

قومی نصاب ۲۳-۲۰۲۲ء کے مطابق

# مطالعہ پاکستان

برائے جماعت بارہویں

ضمنی مطالعاتی مواد



نیشنل بک فاؤنڈیشن

بطور

وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد

## © 2025 بجٹل بک فاؤنڈیشن بطور وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ

اس اشاعت کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔ اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ بغیر بجٹل بک فاؤنڈیشن کی تحریری اجازت کے کسی بھی شکل یا طریقے سے، غرضاً یا غیراً، کاپی، ریکارڈنگ، فوٹوکاپی، آرکائیو، یا کوئی اور طریقہ پر دوبارہ جھڑپ، نقل، یا تقسیم نہیں کی جاسکتا۔ غیر ہزار استعمال، نقل، یا تقسیم نہیں کی جاسکتا۔ اور قانونی کارروائی کا سبب بن سکتی ہے

عربی مطالعاتی مواد

مطالعہ پاکستان ہارسیس جماعت کے لیے

(قومی نصاب 2022-23 کے مطابق)

مصنفین

ڈاکٹر عمران شہزاد (مستقیم مصنف)

سہیل بن عزیز، ڈاکٹر کامران نسیم، شمسہ مفتی، خدیجہ سلیم (شریک مصنفین)

ترجمہ

ڈاکٹر عمران شہزاد، سہیل بن عزیز، ڈاکٹر کامران نسیم، شمسہ مفتی، خدیجہ سلیم

معاونین: احمد نواز (ڈیزائنر)

مگران درسی بک بجٹل بک فاؤنڈیشن

ڈاکٹر کامران جہانگیر، بیٹنگ ڈائریکٹر، بجٹل بک فاؤنڈیشن

اپہارن درسی بک بجٹل بک فاؤنڈیشن

منصور احمد، ڈپٹی ڈائریکٹر

یہ کتاب پاکستان میں پرنٹ کی گئی ہے

اشاعت اول۔ طبع اول: جولائی 2025 | صفحات: 268 | تعداد: 90,000

قیمت: -/- 350، کوڈ: STU-524، آئی ایس بی این: 3-1826-37-969-978

طابع: ملکی زبان پر تنقید پر مبنی

بجٹل بک فاؤنڈیشن کی دیگر اشاعتوں کے بارے میں مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجئے، ویب سائٹ [www.nbf.org.pk](http://www.nbf.org.pk) ملاحظہ کریں۔

آپ ہمیں 051 9261 125 نمبر پر فون یا ای میل [books@nbf.org.pk](mailto:books@nbf.org.pk) کے ذریعے بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے [nbftextbooks@gmail.com](mailto:nbftextbooks@gmail.com) یا [textbooks@snc.gov.pk](mailto:textbooks@snc.gov.pk) پر ای میل بھیجیں۔

نوٹ: اس کتاب میں شامل تمام تصاویر، آرٹ ورک، نقشہ جات وغیرہ صرف تعلیمی اور تشہیری مقاصد کے لیے ہیں، جو عوامی مفاد کے لیے قائم کی گئی ہیں۔

اس درسی کتاب میں استعمال ہونے والے پاکستان کے منکور شدہ نقشے، پنجاب کرکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ کی ویب سائٹ

<https://pctb.punjab.gov.pk/node/1>

اور قومی نصاب کونسل کی ویب سائٹ

<https://ncc.gov.pk/Detail/YjJmOGRlMmE2YjE4MS00ZDE1LWExNWtYmE2NzJyYTY4MDk1>

سے لیے کیے گئے ہیں۔

## پیش لفظ

مطالعہ پاکستان کی بارہویں جماعت کی کتاب قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۰۲۳ کے مطابق نیشنل بک فاؤنڈیشن (NBF) کے زیر اہتمام تیار کی گئی ہے۔ اس کتاب کا مقصد طلبہ میں منطقی سوچ کو فروغ دے کر ان کی سیکھنے کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا اور گزشتہ جماعتوں کے حاصل کردہ علم کی بنیاد پر تدریجی طور پر اعلیٰ سطح کی سوچ کو فروغ دینا ہے۔ تجرباتی مہارت پر زور دینے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ جو تصورات اور طریقے متعارف کروائے گئے ہیں ان کا حقیقی زندگی سے تعلق پیدا کیا جائے۔ اس طریقہ کار کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ کے سیکھنے کی رفتار میں اضافہ کرتے ہوئے انہیں روزمرہ کے مسائل حل کرنے کے قابل بنایا جائے اور وہ ان تصورات کی بنیاد کو مکمل طور پر سمجھ لیں جو اگلی جماعتوں میں مددگار ثابت ہوں گے۔

ماہر اور تجربہ کار مصنفین کی کوششوں کے بعد اس کتاب کے جائزے کا اہتمام کیا گیا اور پیشہ ورانہ ماہرین تعلیم کی جانب سے تفصیلی جائزے کے بعد اس کتاب کو حتمی ترتیب دی گئی۔ کوشش کی گئی ہے کہ مواد کو طلبہ کے لیے آسان اور دلچسپ انداز میں پیش کیا جائے تاکہ وہ بہتر طریقے سے سمجھ سکیں۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن کا ادارہ ہمیشہ اپنی کتابوں کے معیار میں بہتری لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کتاب میں ایک بہتر ڈیزائن، تصاویر اور حقیقی زندگی سے متعلق دلچسپ سرگرمیاں شامل کی گئی ہیں تاکہ اسے نوجوان طلبہ کے لیے پرکشش بنایا جاسکے۔ تاہم بہتری کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے اور طلبہ، اساتذہ اور دیگر ماہرین کی تجاویز اور آراء کا خیر مقدم کیا جاتا ہے تاکہ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشنز کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور ہماری مدد فرمائے (آمین)۔

ڈاکٹر کامران جہانگیر

منیجنگ ڈائریکٹر

## مطالعہ پاکستان کی اہمیت

مطالعہ پاکستان کا مضمون طلبہ کو پاکستان کی ثقافت، تاریخ، جغرافیہ اور عالمی حیثیت کے بارے میں گہری تفہیم حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے جو انہیں معاشرتی زندگی میں موثر طور پر شریک ہونے اور معنی خیز طریقے سے آگے بڑھنے کے لیے ضروری علم فراہم کرتا ہے۔ یہ ملک و قوم سے محبت اور شناخت کا احساس پیدا کرتا ہے، جو طلبہ کو باخبر اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے تیار کرتا ہے اور آگے چل کر طلبہ اپنے ملک کی ترقی میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔

پاکستان کے معاشرتی اور ثقافتی پہلوؤں کے بارے میں مطالعہ کرتے ہوئے طلبہ ان روایات، زبانوں اور عادات کے بارے میں سمجھنا سیکھتے ہیں جو ایک قوم کی تشکیل کرتی ہیں۔ تفریح اور کھیلوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر طلبہ جسمانی صحت، ٹیم ورک اور نظم و ضبط کی اہمیت کو فرد اور قومی ترقی کے پس منظر میں سمجھتے ہیں۔ یہ سمجھنا کہ کھیل کس طرح مختلف افراد اور معاشروں کو یکجا کرتے ہیں اور ملک کو بین الاقوامی سطح پر شناخت فراہم کرتے ہیں۔ کھیل فخر کا احساس پیدا کرتے ہیں اور ذاتی نشوونما کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

آئین سازی کا مطالعہ طلبہ کو ملک کے قانونی اور حکومتی ڈھانچوں سے آگاہ کرتا ہے جس سے انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔ قانون کی حکمرانی اور جمہوریت کے احترام کو پروان چڑھاتی ہے۔ شہریت اور پائیدار معاشرتی ترقی پر زور دیتے ہوئے مطالعہ پاکستان ماحولیات کے تحفظ اور سماجی انصاف کے لیے ذمہ داری کا مضبوط احساس پیدا کرتا ہے۔ جب طلبہ اپنی شہری ذمہ داریوں کے بارے میں سیکھتے ہیں تو وہ شہری شرکت اور ذمہ داریوں کے ذریعے اپنے کردار کے بارے میں بہتر آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی اور دوسرے ممالک کے ساتھ اس کے تعلقات کا مطالعہ طلبہ کو عالمی تعلقات کے متعلق وسیع نقطہ نظر فراہم کرتا ہے۔ یہ انہیں سفارت کاری اور عالمی تعاون کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ عالمی واقعات کس طرح ملکی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ علم آج کی دنیا میں بہت ضروری ہے۔ مطالعہ پاکستان صرف ایک مضمون نہیں ہے بلکہ طلبہ کو پاکستان کو بہتر طور پر سمجھنے، اس کے چیلنجز اور عالمی حیثیت کے بارے میں آگاہی فراہم کرنے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس مضمون کا مطالعہ کر کے طلبہ نہ صرف علم حاصل کرتے ہیں بلکہ وہ مہارتیں اور اقدار بھی سیکھتے ہیں جو نہ صرف انہیں باخبر اور ذمہ دار شہری بنانے کے لیے ضروری ہیں بلکہ قومی ترقی اور عالمی کمیونٹی میں اپنا کردار ادا کرنے میں بھی مدد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

## فہرست مضامین

### حصہ اول: پاکستان کی تاریخ

- باب اول: پاکستان کی نظریاتی اساس ..... 06
- باب دوم: پاکستان میں سیاسی ارتقاء ..... 31

### حصہ دوم: پاکستان کا جغرافیہ

- باب سوم: سرزمین پاکستان اور ماحولیاتی خطرہ ..... 53
- باب چہارم: قدرتی نباتات اور پاکستان کے جنگلات ..... 77

### حصہ سوم: پاکستان کے وسائل اور معاشی ترقی

- باب پنجم: معدنیات، توانائی کے وسائل اور ٹیلی کمیونیکیشن ..... 93
- باب ششم: صنعت، لائیو سٹاک اور مچھلی فارمنگ ..... 120

### حصہ چہارم: پاکستان میں ثقافتی تنوع

- باب ہفتم: قومی یکجہتی اور سیاسی ہم آہنگی ..... 147
- باب ہشتم: تفریح-سیاحت ..... 167

### حصہ پنجم: آئین پاکستان

- باب نہم: آئینی ارتقاء ..... 183
- باب دہم: حقوق و فرائض ..... 201

### حصہ ششم: پاکستان اور بین الاقوامی امور

- باب گیارہ: پاکستان کی خارجہ پالیسی ..... 227
- باب بارہ: پاکستان اور بین الاقوامی امور ..... 248

## باب: 01

### حصہ اول: پاکستان کی تاریخ



## پاکستان کی نظریاتی اساس

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظریہ پاکستان کے بنیادی اجزاء کا تجزیہ کر سکیں۔
- دو قومی نظریہ اور اس کی ابتدا کا تجزیہ کر سکیں۔
- قیام کے وقت پاکستان کو درپیش معاشی، جغرافیائی، آئینی و انتظامی مسائل کو سمجھ سکیں۔
- بتا سکیں کہ کس کامیابی سے پاکستان نے ان درپیش مسائل پر قابو پایا۔

## نظریہ پاکستان اور پاکستان کے ابتدائی مسائل

پاکستان کی اساس دو قومی نظریہ ہے جس کا مطلب تھا کہ برصغیر میں بسنے والے مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ دو قومی نظریہ ہی نظریہ پاکستان کہلاتا ہے۔

آئیڈیالوجی (نظریہ) کیا ہے؟

لفظ ”آئیڈیالوجی“ دو یونانی الفاظ ”آئیڈیا“ اور ”لوگوس“ سے مل کر بنا ہے جس کا مطلب ہے ”خیالات کا مطالعہ“ یا ان کا علم، کسی قوم کی اجتماعی سوچ یا ان کے عقائد و اقدار کے مجموعے کو ”نظریہ“ کہہ سکتے ہیں۔ کسی قوم کا نظریہ ہمیشہ اس کے افراد کے ذہنی رجحانات، امیدوں، جذبات، آرزوؤں، مقاصد اور ان کے حصول کے عزم کی عکاسی کرتا ہے۔

نظریہ پاکستان (دو قومی نظریہ)

نظریہ پاکستان اس عقیدے پر مبنی ہے کہ برصغیر کے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ یہ نظریہ اس یقین پر مبنی ہے کہ مسلمانوں کا مذہب، ثقافت، تہذیب و تاریخ اور طرز زندگی برصغیر میں بسنے والی دوسری اقوام سے مختلف ہے۔ باوجود اس کے کہ مسلمان ہند برصغیر میں بسنے والی دوسری اقوام کے ساتھ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ اکٹھے رہتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی علیحدہ شناخت برقرار رکھی اور دوسری اقوام میں ضم نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کو علیحدہ شناخت اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ملی جس نے انھیں ایک منفرد قوم بنادیا۔ اس علیحدہ شناخت کی بنیاد پر ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔

نظریہ پاکستان کے اجزاء

نظریہ پاکستان کے چار بنیادی اجزاء درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلام

اسلام پاکستان کے قیام کی بنیاد ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ اس لیے کیا کیونکہ وہ اسلام کے سنہری اصولوں کو اس نئے وطن میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

۲۔ جمہوریت

پاکستان کے قیام کا ایک بنیادی مقصد ایک ایسے جمہوری نظام کا قیام تھا کہ جس میں اقلیتوں کے حقوق کا بھی تحفظ ہو گا۔ اقلیتوں کو اظہار رائے کی آزادی اور اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کا مکمل حق ہو گا۔ قانون کی نظر میں اکثریت اور اقلیت برابر ہوں گی۔ ریاست اقلیتوں کے حقوق کا پورا تحفظ کرے گی۔

۳۔ سماجی انصاف اور مساوات

نظریہ پاکستان کا ایک مقصد سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دینا تھا۔ سماجی انصاف اور مساوات کی وضاحت کرتے ہوئے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اسلام نے ہمیں انسانوں کے درمیان مساوات، انصاف اور سب کے ساتھ منصفانہ سلوک کا درس دیا ہے۔ ہم ان شاندار روایات کے

وارث ہیں اور بطور معمار آئین پاکستان کے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں۔“

### ۳۔ بنیادی انسانی حقوق

بنیادی انسانی حقوق میں جان و مال کا تحفظ، عبادت کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی جیسے حقوق شامل ہیں۔ مسلمان، متحدہ ہندوستان میں ان بنیادی حقوق سے محروم تھے۔ ان صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں تھے ان کی جان و مال محفوظ نہیں تھے۔

### دو قومی نظریہ کا تار پختی پس منظر

مسلمانوں کی برصغیر میں آمد ساتویں صدی کے وسط میں خلافت راشدہ رضی اللہ عنہما کے دور حکومت میں ہی شروع ہو گئی تھی۔ مسلمان تاجر اور صوفیائے کرام ہندوستان تشریف لائے اور مقامی لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کروایا۔ تاہم مسلم فتوحات کا سلسلہ ۷۱۲ عیسوی سے ہوا جب محمد بن قاسم نے سندھ کے ایک بڑے حصہ کو فتح کر لیا۔ اس فتح کے بعد صوفیائے کرام اور مبلغین کی ایک بڑی تعداد ہندوستان تشریف لائی اور اسلام کی سنہری تعلیمات کو لوگوں میں پھیلا لیا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ان کے کردار، اخلاص اور انسانیت سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئی۔ جن مقامی لوگوں نے اسلام قبول کیا انھوں نے اپنے آپ کو ایک علیحدہ قوم تصور کرنا شروع کر دیا۔

محمد بن قاسم کے بعد کئی مسلم فاتحین ہندوستان آئے مگر ہندوستان میں باقاعدہ مسلم حکومت کی بنیاد قطب الدین ایک نے ۱۲۰۶ء میں ڈالی۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر ۱۸۵۷ء تک حکومت کی۔ اس عرصہ میں مختلف تحریکیں مسلمانوں کو ہندوستانی معاشرہ میں ضم کرنے کے لیے شروع کی گئیں لیکن یہ تمام کوششیں ناکام رہیں اور مسلم قوم نے اپنی علیحدہ شناخت کو برقرار رکھا۔ انیسویں صدی میں برطانوی راج کے نفاذ نے اس نظریہ کو مزید تقویت دی کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ مسلمان چونکہ اقلیت میں تھے اور پورے ہندوستان کی آبادی کا ایک چوتھائی تھے، لہذا وہ اپنے حقوق اور شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے اور زیادہ محتاط ہو گئے۔ برطانوی تسلط کے دوران چند افراد نے ہندوستانی قومیت کے تصور کو فروغ دینا شروع کیا، جس کا مطلب تھا کہ ہندوستان میں رہنے والے تمام لوگ ایک قوم ہیں۔ مسلمان قیادت، خاص طور پر سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس تصور کی مخالفت کی اور یہ باور کروایا کہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مسلمان لیڈران نے ہندوستان میں مغربی طرز جمہوریت کے نفاذ کی بھی مخالفت کی۔ ان کا خیال تھا کہ مغربی طرز جمہوریت سے ہندوستان میں ہندوؤں کا غلبہ قائم ہو جائے گا اور مسلمان اس قابل نہ ہوں گے کہ اپنے سیاسی، سماجی و معاشرتی حقوق کا تحفظ کر سکیں۔ چنانچہ مسلمان قیادت نے مسلم قوم کے لیے جداگانہ انتخابات اور مخصوص نشستوں کا مطالبہ کیا۔

اگرچہ مسلم دور حکومت میں بھی مسلمان اقلیت میں تھے لیکن انھیں اپنے حقوق کے تحفظ کا کوئی خدشہ نہیں تھا کیونکہ وہ خود اقتدار میں تھے اب انہیں اپنے مذہبی، سیاسی، سماجی و معاشی حقوق کے چھن جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا چونکہ مسلمان پہلے بھی اپنے آپ کو ایک علیحدہ قوم سمجھتے تھے لہذا اب انھوں نے اپنے حقوق اور شناخت کی حفاظت کے لیے علیحدہ وطن کی جدوجہد شروع کر دی اور بالآخر اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

انگریز سترہویں صدی کے آغاز میں تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے۔ انگریزوں نے یہ بھانپ لیا کہ ہندوستان کے لوگوں میں نا اتفاقی ہے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ انگریزوں نے ہندوستان پر اپنا قبضہ جمانا شروع کر دیا۔ برصغیر کے لوگوں کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ انگریز ان کے وسائل کو لوٹ رہے ہیں، چنانچہ انھوں نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکال کر باہر کرنے کے لیے ۱۸۵۷ء میں ایک بڑی جدوجہد کی اور جنگ لڑی جسے جنگ آزادی کہا جاتا ہے۔ بد قسمتی سے ہندوستانی اس جنگ میں باہمی نفاق اور جدید ہتھیاروں کی کمی کی وجہ سے شکست کھا گئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلم دور حکومت کا اختتام ہوا اور ہندوستان میں برطانوی تسلط قائم ہو گیا۔ اگرچہ جنگ آزادی میں ہندوستان کی تمام اقوام نے انگریزوں کے خلاف حصہ لیا مگر انگریزوں نے صرف مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرایا۔ انگریزوں نے یہ الزام لگایا کہ مسلمانوں نے دوسری قومیت کے افراد کو ان کے خلاف جنگ پر اکسایا۔ نتیجتاً انگریزوں نے مسلمانوں سے انتقام لینا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں اور ان پر نوکریوں کے دروازے بند کر دیے گئے۔ دوسری طرف ہندو، انگریزوں کے قریب ہو گئے۔ ہندوؤں نے اپنے آپ کو جدید تعلیم سے آراستہ کیا اور کلیدی عہدوں پر فائز ہو گئے۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمانوں میں حق خود ارا دیت کا جذبہ نہایت شدت سے ابھر ا اور وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے شدت کے ساتھ جدوجہد کرنے لگے۔

### تحریک علی گڑھ

تحریک علی گڑھ کی بنیاد سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۱۷ء - ۱۸۹۸ء) نے رکھی جس کا مقصد مسلمانوں کو جدید سائنسی تعلیم سے روشناس کروانا اور ان میں شعور بیدار کرنا تھا۔ سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے اور جنگ آزادی کے وقت جج کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اس جنگ کے دوران انہوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور کئی انگریزوں کی جانیں بچائیں۔ انگریز فطری طور پر سر سید رحمۃ اللہ علیہ کی وفاداری کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی کسمپرسی پر سر سید رحمۃ اللہ علیہ بے حد رنجیدہ تھے اور انہوں نے مسلمانوں کی حالت زار بہتر بنانے کی کوششیں شروع کیں۔ وہ



مسلمانوں کے ساتھ حکومت کے رویے سے سخت مایوس تھے۔ انہوں نے ایک مختصر کتاب "اسباب بغاوت ہند" لکھی تاکہ انگریزوں کے غصے کو کم کیا جاسکے۔ اس کتاب میں سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی کہ جنگ کے ذمہ دار صرف ہندوستانی نہیں بلکہ انگریز خود بھی اپنی غلط پالیسیوں اور ہندوستانیوں کے جذبات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ جنگ میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام ہندوستانی قومیں شامل تھیں۔

سر سید رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ سامراجی حکمرانوں کی مخالفت بے سود ہے کیونکہ وہ سائنسی اور تکنیکی لحاظ سے ہم سے کہیں آگے اور زیادہ طاقتور ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ جدید سائنسی تعلیم حاصل کریں اور انگریزی زبان کی مخالفت نہ کریں۔ اسی طرح انہوں نے مسلمانوں کو سیاست میں حصہ لینے سے بھی منع کیا تاکہ برطانوی حکومت کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہو۔

## تحریک علی گڑھ کے مقاصد

1- مسلمانوں اور انگریز حکومت کے درمیان کشیدگی کا خاتمہ کرنا۔

2- مسلمانوں کو مغربی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آمادہ کرنا۔

3- مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں کے لیے تیار کرنا۔

4- مسلمانوں کو انگریز حکومت کا وفادار بنانا۔

## سر سید محمد علی گڑھ کی تعلیمی خدمات

سر سید احمد خان رحمہ اللہ نے مسلمانوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کئی تعلیمی ادارے قائم کیے۔ ان میں سب سے اہم ۱۸۷۵ء میں قائم ہونے والا محمدن ایگلو اور نیشنل (ایم اے او) ہائی اسکول تھا، جو ۱۸۷۷ء میں کالج اور ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی صورت اختیار کر گیا۔

سر سید رحمہ اللہ نے ۱۸۶۳ء میں سائنٹفک سوسائٹی قائم کی، جس نے کئی اہم انگریزی کتب کار دو میں ترجمہ کیا تاکہ وہ لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں جو انگریزی نہیں جانتے تھے۔ سائنٹفک سوسائٹی نے ۱۸۶۶ء میں "علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ" کے نام سے ایک ہفتہ وار رسالہ بھی جاری کیا، جس میں تاریخ، زراعت، قدرتی علوم اور طبی سائنس پر مضامین اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوتے تھے۔

## سر سید احمد خان رحمہ اللہ کی سیاسی خدمات

سر سید رحمہ اللہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو "قوم" کہہ کر مخاطب کیا۔ ابتدا میں وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قوم سمجھتے تھے، لیکن ۱۸۶۷ء میں بنارس میں ہندوؤں نے اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان بنانے کی تحریک چلائی، جس کے بعد سر سید رحمہ اللہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ اسی دوران سر سید رحمہ اللہ نے مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہونے سے بھی منع کیا۔ انہوں نے پیش گوئی کی کہ وقت کے ساتھ کانگریس ہندو اکثریتی جماعت بن جائے گی۔ سر سید رحمہ اللہ نے انگریزوں سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو وائسرائے کی امپیریل کونسل میں مناسب نمائندگی دی جائے۔

## تحریک علی گڑھ کے اثرات

تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں میں جدید تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ اس تحریک نے مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان فاصلے کم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ علی گڑھ کے طلبہ نے آزادی کی تحریک میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں کو سیاسی قیادت بھی فراہم کی۔ مثال کے طور پر لیاقت علی خان رحمہ اللہ، مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ، مولانا شوکت علی رحمہ اللہ اور دیگر کئی شخصیات ایم اے او کالج کے فارغ التحصیل تھے۔

علی گڑھ تحریک نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ سر سید رحمہ اللہ کے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات اور سرکاری ملازمتوں میں کوٹے کے مطالبات بالآخر حکومت نے تسلیم کر لیے۔ سر سید کے پیروکاروں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی، جس نے بالآخر مسلمانوں کے لیے ایک

## آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام (۱۹۰۶ء)

پس منظر

اگرچہ سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو سیاست میں حصہ لینے سے منع کیا تھا، لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں بدلتے ہوئے سیاسی حالات نے مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی سیاسی جماعت قائم کریں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ کو ڈھاکہ میں محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے دوران عمل میں آیا۔ سر آغا خان کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ مسلم لیگ کے قیام میں درج ذیل عوامل نے اہم کردار ادا کیا۔

انڈین نیشنل کانگریس کا قیام (۱۸۸۵ء)

۱۸۸۵ء میں اپنے قیام کے وقت کانگریس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ہندوستان میں رہنے والی تمام اقوام کی نمائندہ جماعت ہے، لیکن عملی طور پر اس نے مسلمانوں کے حقوق کو یکسر نظر انداز کیا۔ مسلمان شدت سے اس بات کے خواہاں تھے کہ ایک ایسی تنظیم ہو جو ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرے۔

اردو-ہندی تنازعہ (۱۸۶۷ء)

۱۸۶۷ء کا اردو-ہندی تنازعہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان وسیع خلیج کو نمایاں طور پر ظاہر کرتا ہے۔ ہندو چاہتے تھے کہ اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان بنایا جائے۔ کانگریس ہمیشہ ہندوؤں کے مطالبات کی حمایت کرتی رہی۔ اس وقت کوئی ایسی سیاسی تنظیم موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کے حقوق کی وکالت کرتی۔

جد اگانہ انتخابات کا مطالبہ

مسلمانوں کا یقین تھا کہ ان کے حقوق اس وقت تک محفوظ نہیں ہو سکتے ہیں جب تک انھیں جد اگانہ انتخابات کا حق نہیں دیا جاتا۔ کانگریس مخلوط انتخابات کی حامی تھی اور مسلمانوں کے جد اگانہ انتخابات کے مطالبے کی مخالفت کر رہی تھی۔ مسلمانوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ علیحدہ انتخابی حلقوں کے حصول کے لیے ایک الگ سیاسی جماعت کا قیام ضروری ہے۔

تقسیم بنگال (۱۹۰۵ء)

لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں بنگال کو دو صوبوں (مشرقی بنگال اور مغربی بنگال) میں تقسیم کیا۔ یہ تقسیم خالص انتظامی بنیادوں پر کی گئی تھی کیونکہ صوبہ بہت وسیع تھا اور ذرائع رسل و وسائل اتنے ناقص تھے کہ گورنر اپنی عرصہ تعیناتی کے دوران پورے صوبے کا دورہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مسلمانوں نے اس تقسیم پر خوشی کا اظہار کیا کیونکہ مشرقی بنگال میں مسلمان اکثریت میں آ گئے تھے۔ لیکن بنگال کے ہندوؤں نے اس تقسیم کے خلاف احتجاج شروع کر دیا اور تقسیم کو منسوخ کرنے کے لیے دباؤ ڈالنے لگے۔ کانگریس نے بھی ہندوؤں کا ساتھ دیا اور تین بنگال کا مطالبہ کرنے لگی۔ مسلمانوں نے اس دوران شدت سے ایک سیاسی جماعت کی ضرورت محسوس کی جو ان کے حقوق کا تحفظ کر سکے۔

برطانیہ میں حکومت کی تبدیلی

۱۹۰۵ء میں برطانیہ میں لیبرل پارٹی برسر اقتدار آئی اور اس نے ہندوستان میں اصلاحات متعارف کروانے کا اعلان کیا۔ ہندوستانی مسلم قائدین کا یہ خیال تھا کہ ایک منظم سیاسی جماعت کے قیام سے مسلمانوں کی خواہشات اور مطالبات کو مؤثر انداز میں حکومت تک پہنچایا جاسکے گا۔

شمسہ وفد کی کامیابی (۱۹۰۶ء)

یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو سر آغا خان سوم کی قیادت میں ہندوستان بھر کے ۳۵ ممتاز مسلم رہنماؤں نے شمسہ میں وائسرائے لارڈ منٹو سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات، سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے لیے مخصوص کوٹہ، امپیریل لیجسلیٹو کونسل اور گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں نمائندگی جیسے اہم مطالبات پیش کیے گئے۔ لارڈ منٹو نے وفد کے مطالبات سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں برطانوی حکومت کے سامنے پیش کرنے کا عندیہ دیا۔ اس حوصلہ افزا پیش رفت نے مسلمانوں کو اپنی ایک سیاسی جماعت قائم کرنے پر آمادہ کیا تاکہ مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کو مؤثر طور پر اجاگر کیا جاسکے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد

آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے وقت درج ذیل مقاصد طے کیے گئے:

- ۱۔ ہندوستانی مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے ساتھ وفاداری کے جذبات کو فروغ دینا۔
- ۲۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کا تحفظ کرنا اور ان کے حقوق و مطالبات کو حکومت تک پہنچانا۔
- ۳۔ مسلمانوں کے دلوں میں دیگر اقوام کے خلاف کسی قسم کے مخالفانہ جذبات کے ابھرنے کو روکنا۔

مسلم لیگ کے مقاصد میں تبدیلی

مسلم لیگ کی قیادت برطانوی حکومت کی پالیسیوں سے نالاں تھی خصوصاً:

- ۱۹۱۱ء میں بنگال کی تقسیم کا خاتمہ۔
- ۱۹۱۲ء میں کانپور کی مسجد کے ایک حصے کو سڑک کی تعمیر کے لیے مسمار کرنا۔
- محمدن اینگلو اور نیشنل کالج (ایم اے او کالج) کو یونیورسٹی کا درجہ دینے سے انکار۔
- اٹلی کی خلافت عثمانیہ کے خلاف جنگ میں برطانوی حمایت۔

قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر مارچ ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ نے اپنے مقاصد میں بنیادی تبدیلی کی۔ اب مسلم لیگ نے حکومت سے غیر مشروط وفاداری ترک کر کے ہندوستان میں خود مختار حکومت کے قیام کے لیے جدوجہد اور دیگر قوموں کے ساتھ تعاون کرنے کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ یہ تبدیلی

مسلم لیگ کی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوئی۔ اب مسلم لیگ نے ہندو مسلم اتحاد کے قیام کو اپنی جدوجہد کا محور بنایا۔

قائد اعظم رحمہ اللہ، جو اس وقت کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے رکن تھے، نے دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوششیں کیں۔ قائد کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجے میں دونوں جماعتیں ایک معاہدے پر متفق ہوئیں، جسے تاریخ میں ”یٹاق لکھنؤ“ کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات اور مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی کے مطالبات تسلیم کیے۔ قائد اعظم رحمہ اللہ کی ان کاوشوں پر انہیں بجا طور پر ”ہندو مسلم اتحاد کا سفیر“ قرار دیا گیا۔

## آل انڈیا مسلم لیگ کی ابتدائی کامیابیاں

اپنے ابتدائی دور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے قابل قدر جدوجہد کی۔ مسلمانوں کو جداگانہ انتخابات کا حق اور مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی حاصل کرنے میں مسلم لیگ کامیابیاں کر رہا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ نے دیگر اقوام کے ساتھ پر امن اور خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کی بھی سعی کی۔ تاہم دیگر اقوام کے عدم تعاون کے باعث، آل انڈیا مسلم لیگ کی قیادت اس نتیجے پر پہنچی کہ مسلمانوں کے حقوق ایک علیحدہ وطن میں ہی بہتر طور پر محفوظ ہو سکتے ہیں۔ مارچ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے قیام کا باضابطہ مطالبہ پیش کیا اور اس کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد شروع کی۔ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کی ولولہ انگیز قیادت میں، مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

## تحریک خلافت (۱۹۱۸ء-۱۹۲۳ء)

پس منظر

جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) کے دوران سلطنت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا اور اتحادی افواج بشمول برطانیہ کے خلاف جنگ میں شریک ہوئیں۔ ترکی (جو اس وقت سلطنت عثمانیہ کہلاتا تھا) کے اس فیصلے نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک نازک صورتحال میں ڈال دیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں خلافت عثمانیہ کے لیے گہری عقیدت تھی کیونکہ یہ مسلمانوں کی خلافت کا مرکز تھی۔ دوسری جانب وہ خود برطانوی حکومت کے ماتحت تھے اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد برطانوی فوج میں خدمات انجام دے رہی تھی۔

برطانیہ نے ہندوستانی مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اعلان کیا کہ ان کی جنگ خلافت یا سلطنت عثمانیہ کے خلاف نہیں بلکہ ان کا اصل دشمن جرمنی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا، مگر جب جنگ ختم ہونے کے قریب پہنچی تو برطانیہ نے ترکی کو اس کے کئی علاقوں سے محروم کر دیا اور خلافت کے خاتمے کی خبریں گردش کرنے لگیں۔ اس صورتحال پر مسلمانوں میں شدید غم و غصہ پیدا ہوا کیونکہ خلافت کو وہ اپنا دینی ادارہ تصور کرتے تھے۔ مسلمانوں نے خلافت کے تحفظ کے لیے برصغیر میں ایک تحریک کا آغاز کیا جو ”تحریک خلافت“ کہلائی۔

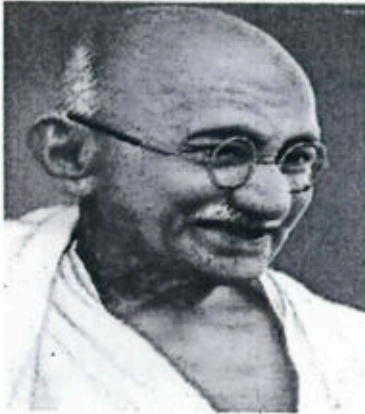
## تحریک خلافت کے مقاصد

1. خلافت کے ادارے کو ختم نہ کیا جائے۔

2. مسلمانوں کے مقدس مقامات (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ وغیرہ) سلطنت عثمانیہ کے زیر کنٹرول رہیں۔

3. ترکی کو اس کے علاقوں سے محروم نہ کیا جائے۔

۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو آل انڈیا خلافت کمیٹی قائم کی گئی تاکہ عوام کو تحریک خلافت کی اہمیت سے آگاہ کیا جاسکے۔ موہن داس کرم چند گاندھی نے بھی تحریک خلافت کی بھرپور حمایت کی اس میں عملی طور پر حصہ لیا۔ اسی دوران، ۱۹۲۰ء میں ممتاز مسلم رہنماؤں کا ایک وفد برطانیہ روانہ ہوا تاکہ وزیراعظم لائیڈ جارج سے ملاقات کر کے ترکی کے ساتھ منصفانہ سلوک کی درخواست کی جاسکے۔ تاہم وفد اپنے مقاصد حاصل نہ کر سکا اور واپس آ گیا۔ تحریک کو مؤثر بنانے کے لیے ایک وسیع عدم تعاون تحریک کا آغاز کیا گیا جس کا مقصد سرکاری اداروں، عدالتوں، تعلیمی اداروں کا بائیکاٹ، ٹیکسوں کی عدم ادائیگی اور سرکاری ملازمتوں سے استعفیٰ دینا تھا۔



موہن داس کرم چند گاندھی

### تحریک ہجرت

کچھ مسلم علماء نے فتویٰ جاری کیا کہ چونکہ برطانوی حکومت کے تحت اسلام پر آزادانہ عمل ممکن نہیں رہا، اس لیے مسلمانوں کو کسی قریبی اسلامی ملک کی طرف ہجرت کر لینی چاہیے۔ اس فتوے سے متاثر ہو کر ہزاروں مسلمانوں نے اپنی مال اور جائیدادیں فروخت کیں اور افغانستان کی جانب ہجرت کے لیے روانہ ہو گئے۔ افغان حکومت نے ابتدائی طور پر ان مہاجرین کا خیر مقدم کیا، لیکن بعد ازاں محدود وسائل اور اقتصادی مشکلات کی وجہ سے اپنی سرحدیں بند کر دیں۔

### خلافت کا خاتمہ

مصطفیٰ کمال اتاترک نے ۱۹۲۴ء میں خلافت کے خاتمے کا اعلان کیا اور ترکی کو جمہوری ریاست قرار دیا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد ہندوستان میں تحریک خلافت کو جاری رکھنے کا کوئی جو اذ باقی نہ رہا۔

کیا آپ جانتے ہیں

گاندھی کو ایک انتہا پسند ہندو، نتھورام گوڈ سے نے ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو قتل کر دیا تھا۔

## تحریک خلافت کے اثرات

تحریک خلافت کے مثبت اور منفی دونوں قسم کے اثرات مرتب ہوئے۔ مثبت پہلو یہ تھا کہ اس تحریک نے ہندو اور مسلم دونوں قوموں میں اتحاد پیدا کیا۔ یہ آخری موقع تھا جب دونوں قوموں نے مل کر کوئی عوامی تحریک چلائی۔ تحریک خلافت نے مسلمانان برصغیر کو نوجوان اور باصلاحیت قیادت بھی فراہم کی۔ تحریک خلافت کے اکثر رہنما بعد میں تحریک آزادی میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ منفی پہلو یہ تھا کہ مسلمانوں کو معاشی اور تعلیمی میدانوں میں نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے مسلمانوں نے سرکاری ملازمتیں چھوڑ دیں، جس کی وجہ سے بے روزگاری بڑھ گئی۔ اسی طرح بہت سے مسلمانوں نے سرکاری اداروں اور اسکولوں کا بائیکاٹ کیا اور اپنے بچوں کو تعلیم سے محروم کر دیا جس کے نتیجے میں مسلمان تعلیمی لحاظ سے پیچھے رہ گئے۔ علماء کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کچھ مسلمانوں نے افغانستان ہجرت کی کوشش کی، لیکن یہ کوشش ناکام رہی اور ان مہاجرین کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

فرقہ وارانہ تصادم میں اضافہ

تحریک خلافت کی ناکامی کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ فسادات میں اضافہ ہو گیا۔ دونوں قوموں کے مخلص رہنما اس بڑھتی ہوئی کشیدگی سے پریشان ہو گئے اور فرقہ وارانہ مسئلے کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ کچھ کانگریس رہنما قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور موقف اختیار کیا کہ مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ فرقہ وارانہ فسادات کی ایک بڑی وجہ ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ اگر مسلمان جداگانہ انتخاب کا مطالبہ چھوڑ دیں تو ہندو مسلم اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہندو مسلم اتحاد کے لیے اتنے مخلص تھے کہ انہوں نے جداگانہ انتخاب کا حق چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ ۱۹۳۷ء میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی تجاویز پیش کیں جس میں انہوں نے جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہونے کے لیے شرط رکھی کہ نئے مسلم اکثریتی صوبوں یعنی صوبہ سرحد (NWFP)، سندھ اور بلوچستان کا قیام عمل میں لایا جائے۔ تاہم کانگریس قیادت نے عدم تعاون والارویہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے مطالبات کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ نتیجتاً مسلمانوں میں اپنے حقوق اور شناخت کے تحفظ کا احساس مزید گہرا ہو گیا۔

نہرو رپورٹ (۱۹۲۸ء)

۱۹۲۸ء میں نہرو کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ ہندوستان کے آئندہ آئین کے لیے تجاویز مرتب کی جاسکیں۔ مگر اس کمیٹی نے مسلمانوں کے مطالبات کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ مسلمانوں کو ایک تہائی نمائندگی اور جداگانہ انتخاب کے حق سے محروم کر دیا گیا۔

نئے افق تلاش کریں

موتی لعل نہرو، نہرو کمیٹی کے سربراہ تھے۔ ان کے بیٹے، جواہر لعل نہرو، بھارت کے پہلے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ انٹرنیٹ ذرائع سے تحقیق کر کے معلوم کریں کہ نہرو خاندان کے اور کون کون سے افراد بھارت کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات (۱۹۲۹ء)

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے چند ترامیم تجویز کیں، لیکن ان کی تجاویز کو مسترد کر دیا گیا۔ نہرو رپورٹ کے جواب میں قائد اعظم نے اپنے مشہور ”چودہ نکات“ پیش کیے جن میں مسلمانوں کے بنیادی حقوق اور مطالبات کو اجاگر کیا گیا۔

خطبہ الہ آباد (۱۹۳۰ء)



کانگریس اور دیگر سیاسی جماعتوں کے رویے سے مسلم قیادت سخت مایوس ہو چکی تھی اور مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست کے تصور پر غور شروع ہو چکا تھا۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ اپنے تاریخی خطبے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا:

”ہندوستان مختلف نسلوں، زبانوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے انسانی گروہوں کا ایک مجموعہ ہے۔ میں ذاتی طور پر چاہتا ہوں کہ پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد مسلم ریاست تشکیل دی جائے۔ چاہے یہ خود مختار ہو یا برطانوی سلطنت کے تحت، شمال مغربی ہندوستان میں ایک مضبوط مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کی حتمی منزل ہے۔“

گول میز کانفرنس (۱۹۳۰ء-۱۹۳۲ء)

برطانوی حکومت نے ہندوستان کے آئندہ سیاسی مستقبل اور فرقہ وارانہ مسائل کے حل کے لیے ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء کے درمیان لندن میں تین گول میز کانفرنس منعقد کیں۔ ان کانفرنسوں میں تمام قومیتوں کے رہنماؤں نے شرکت کی، مگر کوئی حتمی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا اور آئینی بحران برقرار رہا۔ دوسری گول میز کانفرنس میں گاندھی نے بھی شرکت کی، مگر ان کی ہٹ دھرمی پر مبنی رویے نے کانفرنس کی ناکامی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو مسلم اتحاد اور آئینی اصلاحات کے لیے بھرپور کوششیں کیں، مگر دوسرے رہنماؤں کی عدم دلچسپی کی وجہ سے یہ کوششیں ناکام ہو گئیں۔

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کانگریسی وزارتوں کو ”ہندو راج“ قرار دیا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”کانگریس خود کو ایک قومی جماعت ظاہر کرتی ہے، مگر حقیقت میں یہ ایک بھیس بدلا ہوا ہندو راج ہے۔ کانگریس کے ساڑھے دو سالہ دور حکومت نے ہر شک و شبہ سے بالاتر ہو کر ثابت کر دیا ہے کہ کانگریس کے نزدیک آزادی اور جمہوریت کا مطلب کیا ہے۔ اس کا مطلب مسلمانوں کو مکمل طور پر سیاسی حقوق سے محروم کر دینا اور ہندو اکثریت کے تحت غلامی میں دینا ہے۔“

۱۹۳۷ء میں برطانوی حکومت نے ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں صوبائی انتخابات کروانے کا فیصلہ کیا۔ کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ دونوں نے انتخابی منشور پیش کیا۔ دونوں جماعتوں کے منشور میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا اور توقع کی جلد ہی تھی کہ انتخابات کے بعد دونوں جماعتیں مخلوط حکومتیں قائم کریں گی۔ تاہم، انتخابات میں کانگریس نے ہندو اکثریتی صوبوں میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی جبکہ مسلم لیگ انتخابات میں قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ مسلمانوں کے لیے مختص ۴۸۹ نشستوں میں سے مسلم لیگ صرف ۱۰۴ نشستیں حاصل کر سکی۔ اس کمزور کارکردگی کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت مسلم لیگ کی تنظیمی حالت بہتر نہیں تھی اور یہ کہ اس نے انتخابی منشور میں ”پاکستان“ کے مطالبے کو بنیاد نہیں بنایا تھا۔

انتخابات کے بعد کانگریس نے گیارہ میں سے آٹھ صوبوں میں حکومت بنانے میں کامیاب ہوگی جو تقریباً ڈھائی سال تک قائم رہی۔ کانگریس نے مسلم لیگ کے ساتھ مخلوط حکومت بنانے سے انکار کر دیا اور شرط عائد کی کہ جو مسلم لیگی ارکان حکومت میں شامل ہونا چاہتے ہیں وہ پہلے مسلم لیگ سے استعفیٰ دیں اور کانگریس میں شامل ہو جائیں۔ کانگریس کی اس ہٹ دھرمی نے مسلم قیادت کو سخت مایوس کیا۔ مزید برآں، کانگریسی وزارتوں نے مسلمانوں کے ساتھ متعصبانہ سلوک کیا اور ان کے حقوق کو پامال کیا۔ کانگریسی وزارتوں نے چند ایسے اقدامات کیے جن سے مسلمان قوم سخت نالاں ہوئی:

• کانگریس نے متنازعہ ترانہ ”ہندو ماترم“ کو قومی ترانہ قرار دیا۔

• عوامی مقامات پر کانگریس کے جھنڈے لہرا کر شروع کیے گئے۔

• تعلیمی اداروں میں ذریعہ تعلیم ہندی کو بنایا گیا۔

کانگریسی وزارتوں کا مسلمانوں کے ساتھ رویہ متعصبانہ تھا، جس کے باعث مسلمانوں کو سیاسی منظر نامے سے دانستہ طور پر باہر کر دیا گیا۔ بعض صوبوں میں کانگریسی حکومت نے مسلمانوں کے ساتھ سرکاری ملازمتوں میں امتیازی سلوک روا رکھا اور ان کی مذہبی آزادی کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ جب ۱۹۳۹ء میں کانگریس وزارتوں نے استعفیٰ دیا تو مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو ”یوم نجات“ کے طور پر منانے کا اعلان کیا۔

قراردادِ لاہور (۱۹۴۰ء)

پس منظر

کانگریسی وزارتوں کے مظالم نے مسلمانوں کو یہ یقین دلادیا کہ متحدہ ہندوستان میں ان کے سیاسی، مذہبی اور معاشی و سماجی حقوق محفوظ نہیں۔ چنانچہ کانگریسی

نئے افق تلاش کریں

آن لائن ذرائع سے تلاش کریں کہ قراردادِ لاہور کو قراردادِ پاکستان کا نام کیسے ملا۔

وزارتوں کے استغنے کے چند ماہ بعد، برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۷ ویں سالانہ اجلاس کے دوران کیا گیا، جو ۲۲ سے ۲۴ مارچ ۱۹۳۰ کو منٹو پارک لاہور (موجودہ اقبال پارک) میں منعقد ہوا۔ اس تاریخی اجلاس میں بنگال کے وزیراعظم اے کے فضل الحق نے قرارداد لاہور پیش کی۔ یہ تحریک آزادی کی تاریخ کا ایک سنگ میل ثابت ہوئی کیونکہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پہلی مرتبہ علیحدہ وطن کا واضح مطالبہ کیا گیا تھا۔

### قرارداد کا متن

”اس ملک میں کوئی بھی آئینی منصوبہ اس وقت تک قابل عمل یا مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا، جب تک کہ اسے مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر ترتیب نہ دیا جائے۔ جغرافیائی لحاظ سے متصل علاقوں کو اس انداز میں علاقائی طور پر تشکیل دیا جائے کہ جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں، جیسے شمال مغربی اور مشرقی حصے انہیں خود مختار ریاستوں میں تبدیل کر دیا جائے جہاں ہر اکائی خود مختار اور خود ادا دیت کی حامل ہو۔“

ماخذ: Foundations of Pakistan (از سید شریف الدین پیرزادہ)

### قرارداد لاہور کی اہمیت

قرارداد لاہور کی منظوری سے پہلے مسلمان اپنے حقوق متحدہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تاہم، اس قرارداد کے بعد مسلمانوں کی جدوجہد کا رخ ایک علیحدہ وطن کے قیام کی طرف مڑ گیا۔ قرارداد لاہور نے مسلم لیگ کی ساکھ اور مقبولیت میں نمایاں اضافہ کر دیا۔ قرارداد لاہور کی منظوری کی بدولت مسلم لیگ کو ۱۹۳۵-۳۶ء کے انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ اس قرارداد کے بعد قائد اعظم کی مقبولیت اور وقار میں بے پناہ اضافہ ہوا اور وہ برصغیر کے مسلمانوں کے متفقہ اور غیر متنازع رہنما بن گئے۔

### کرپس مشن پلان (۱۹۴۲ء)

دوسری جنگ عظیم کے ابتدائی برسوں میں اتحادی افواج کو ہر محاذ پر شکست کا سامنا تھا۔ چنانچہ برطانوی حکومت کو ہندوستانیوں کی حمایت کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ ان کی فوج کا ایک بڑا حصہ ہندوستانیوں پر مشتمل تھا۔ برطانوی وزیراعظم نے اپنے کابینہ کے رکن سر اسٹیفورڈ رڈکرپس کو ہندوستان بھیجا تاکہ ہندوستانی سیاسی جماعتوں کی حمایت حاصل کی جاسکے۔

۳۰ مارچ ۱۹۴۲ء کو کرپس نے اپنا منصوبہ پیش کیا جس میں ہندوستانیوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی گئی۔ پہلی مرتبہ برطانوی حکومت نے ہندوستان کے ڈومنین بننے کے حق کو تسلیم کیا۔ اس منصوبے کے ذریعے پہلی بار برطانیہ نے پاکستان کے مطالبے کو سنجیدگی سے لیا اور مسلم اکثریتی صوبوں کو ہندوستان سے علیحدہ ہونے کا حق دینے کی بات کی گئی۔

## مسلم لیگ اور کانگریس کا رد عمل

کرپس مشن کے منصوبے نے ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کو مطمئن نہ کیا۔ مسلم لیگ نے اس منصوبے کو مسترد کر دیا کیونکہ اس میں قیام پاکستان کا واضح طور پر ذکر نہیں تھا۔ کانگریس نے بھی کرپس مشن کو رد کر دیا کیونکہ منصوبے کے مطابق تمام تجاویز جنگ کے خاتمے کے بعد نافذ کی جانی تھیں۔

جناب - گاندھی مذاکرات (۱۹۴۴ء)

ہندوستان کے مسلمانوں نے پاکستان کے مطالبے کی منظوری دے دی اور علیحدہ وطن کے حصول کے لیے اپنی جدوجہد میں شدت پیدا کر دی۔ برطانوی حکومت اور کانگریس، جو ۱۹۴۰ء میں اس مطالبے کو شاعر کا خواب قرار دے کر مذاق اڑاتے تھے اب اسے سنجیدگی سے لینے لگے تھے۔ رہائی کے بعد گاندھی نے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تاکہ پاکستان کے سوال پر گفتگو ہو سکے۔ ستمبر ۱۹۴۴ء میں بمبئی میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر ان مذاکرات کا آغاز ہوا مگر یہ مذاکرات کامیاب نہ ہو سکے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے گاندھی کی اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ پہلے مسلم لیگ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے میں کانگریس کا ساتھ دے، اور بعد میں تقسیم پر غور کیا جائے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے واضح الفاظ میں مطالبہ کیا کہ پہلے کانگریس ہندوستان کی تقسیم کو تسلیم کرے۔

شمیلہ کانفرنس (۱۹۴۵ء)

مئی ۱۹۴۵ء میں جب جنگ عظیم دوم اپنے اختتام کے قریب تھی تو حکومت نے ۱۹۴۲ء سے قید تمام کانگریسی رہنماؤں کو رہا کر دیا۔ وائسرائے لارڈ ویول نے اعلان کیا کہ کمانڈر ان چیف کے علاوہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں تمام ارکان ہندوستانی ہوں گے۔ اس مقصد کے تحت جون ۱۹۴۵ء میں لارڈ ویول نے شمیلہ میں آل پارٹیز کانفرنس بلائی جس میں تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ قائد اعظم نے اپنے موقف پر زور دیا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور صرف اسے ہی حق ہے کہ وہ مسلم نمائندوں کا انتخاب کرے۔ کانگریس نے اس موقف کو تسلیم نہ کیا۔ نتیجتاً کانفرنس ناکامی سے دوچار ہوئی اور وائسرائے نے نئے انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔

انتخابات ۱۹۴۵-۴۶ء

شمیلہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد برطانوی حکومت نے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔ مسلم لیگ نے انتخابات میں پاکستان کے مطالبے کو بنیاد بنایا اور واضح طور پر اعلان کیا کہ انتخابات کے بعد مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ آزاد وطن کے قیام کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔ مسلم لیگ نے ۱۹۴۶-۴۵ء کے انتخابات میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے مخصوص تمام ۳۰ نشستیں مسلم لیگ نے جیت لیں۔ اسی طرح صوبائی اسمبلیوں میں مسلمانوں کے لیے مختص ۴۹۵ نشستوں میں سے ۳۶۶ نشستوں پر مسلم لیگ نے کامیابی حاصل کی۔ ان نتائج نے واضح کر دیا کہ ہندوستان کے مسلمان پاکستان کے قیام کے خواہاں ہیں۔

## کابینہ مشن پلان (۱۹۴۶ء)

برطانوی وزیراعظم کلیمنٹ ایٹلی نے ہندوستان میں سیاسی بحران ختم کرنے اور مسلم لیگ، کانگریس اور دیگر جماعتوں کے مابین مفاہمت پیدا کرنے کے لیے اپنی کابینہ کے تین اہم ارکان سر پیٹھیک لارنس، اسٹورڈ کرپس اور ایڈوی الیگزینڈر پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا۔

یہ وفد ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو ہندوستان پہنچا اور سیاسی رہنماؤں سے مذاکرات کا آغاز کیا، جو کئی ہفتے جاری رہے۔ تاہم اہم سیاسی جماعتیں کسی متفقہ آئینی ڈھانچے پر اتفاق نہ کر سکی۔ لہذا ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو کابینہ مشن نے از خود ایک منصوبہ پیش کیا جو ”کابینہ مشن پلان“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کابینہ مشن پلان کے مطابق ہندوستان کو ایک وفاقی ریاست قرار دیا گیا جس میں مرکزی حکومت صرف خارجہ امور، دفاع اور مواصلات سے متعلق معاملات کی نگرانی کرے گی۔ جبکہ باقی تمام امور کی نگرانی صوبائی حکومتیں ہوں گی۔

صوبوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا:

• گروپ A: چھ ہندو اکثریتی صوبے (مدرا، بمبئی، یوپی، سی پب، بہار، اڑیسہ)

• گروپ B: تین مسلم اکثریتی صوبے (پنجاب، سندھ اور سرحد)

• گروپ C: بنگال اور آسام

کابینہ مشن پلان کے تحت ایک عبوری حکومت قائم کرنے کی تجویز بھی پیش کی گئی جو آئندہ آئین کی تشکیل تک کام کرے گی۔

مسلم لیگ کا رد عمل

مسلم لیگ نے کابینہ مشن پلان کو اس لیے قبول کر لیا کیونکہ اس میں صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی گئی تھی۔ مزید یہ کہ دس سال بعد مسلم اکثریتی صوبوں کو ہندوستانی یونین سے علیحدہ ہونے کا حق حاصل ہوتا، جس سے ایک بڑا پاکستان قائم کیا جاسکتا تھا۔ تاہم، کانگریس کے دباؤ پر حکومت نے پورے منصوبے پر عمل درآمد سے گریز کیا، جس پر قائد اعظم رضی اللہ عنہ شدید برہم ہوئے۔ حکومت کی تاخیری پالیسی اور کانگریس کے عدم تعاون پر مبنی رویے کے باعث قائد اعظم رضی اللہ عنہ نے کابینہ مشن کو مسترد کرتے ہوئے ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو ”یومِ ناست اقدام“ منانے کا اعلان کیا۔

عبوری حکومت کا قیام

کابینہ مشن پلان کے مطابق حکومت کو مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کو عبوری حکومت میں شمولیت کی دعوت دینی تھی۔ جون ۱۹۴۶ء میں وائسرائے نے اعلان کیا کہ اگر کوئی جماعت حکومت میں شامل ہونے سے انکار کرے گی تو وہ صرف رضامند جماعت کے ساتھ حکومت قائم کر دیں گے۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے حکومت میں شمولیت کی پیشکش قبول کر لی، لیکن کانگریس نے انکار کر دیا۔ اصولاً وائسرائے کو مسلم لیگ کو حکومت بنانے کی دعوت دینی چاہیے تھی، مگر اس نے ایسا نہ کیا اور اعلان کیا کہ کانگریس کی غیر موجودگی میں حکومت قائم نہیں کی جاسکتی۔ بعد ازاں، مسلم لیگ نے بھی حکومت اور کانگریس کے رویوں کے وجہ سے عبوری حکومت میں شمولیت کا فیصلہ واپس لے لیا اور حکومت کی پالیسیوں کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔ اسی دوران کانگریس نے اپنا موقف تبدیل کیا اور حکومت میں شامل ہونے پر آمادگی ظاہر کی۔ ۱۲ اگست ۱۹۴۶ء کو وائسرائے نے کانگریس کو عبوری حکومت بنانے کی دعوت دی۔

اس کے رد عمل میں مسلم لیگ نے "یوم راست اقدام" منایا، جس کے بعد کلکتہ اور بنگال کے دوسرے شہروں میں شدید فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے، جن میں ہزاروں افراد ہلاک ہو گئے۔ یہ خونی تصادم اتنا شدید تھا کہ حکومت کو حالات کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔ بنگال میں فرقہ وارانہ فسادات کے بعد برطانوی حکومت اس نتیجے پر پہنچی کہ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے قائم کی گئی عبوری حکومت بے معنی ہے۔ لہذا وائسرائے نے دوبارہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ مسلم لیگ بھی عبوری حکومت میں شامل ہو۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سیاسی حالت کو مد نظر رکھتے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی اور عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ کو مسلم لیگ کے پانچ اراکین نے مختلف وزارتوں کا حلف اٹھایا۔ لیاقت علی خان کو وزارت خزانہ کا اہم قلمدان سونپا گیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ درست ثابت ہوا۔ اس دوران کانگریس کو بھی اس حقیقت کا احساس ہوا کہ دونوں جماعتیں مل کر کام نہیں کر سکتیں، اور ہندوستان کو متحد رکھنا ممکن نہیں رہا۔

۳ جون کا منصوبہ (۱۹۴۷ء)

دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین خلیج اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ دونوں قوموں کا ایک ساتھ رہنا ممکن ہو چکا تھا۔ اگست ۱۹۴۶ میں کلکتہ کے فسادات نے کانگریس اور برطانوی حکومت کو بار کرادیا کہ رصغیر کی تقسیم ناگزیر ہو چکی ہے۔ فروری ۱۹۴۷ کو برطانوی وزیراعظم کلیمنٹ ایٹلی نے اعلان کیا کہ ہندوستان کو جون ۱۹۴۸ تک آزادی دے دی جائے گی۔ انہوں نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو نیا گورنر جنرل مقرر کیا تاکہ وہ آزادی کے اس منصوبے پر عمل درآمد کر سکیں۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو ہندوستان پہنچے اور تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں سے انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہندوستان کی تقسیم ہی واحد حل ہے۔ انہوں نے کانگریس کو بھی قائل کر لیا کہ پاکستان کا مطالبہ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آخر کار کانگریس نے بھی ہندوستان کی تقسیم پر رضامندی ظاہر کر دی۔ تین جون ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کیا جس کے مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور ہندوستان دو علیحدہ ریاستوں کے طور پر وجود میں آئیں گی۔ برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو "قانون آزادی ہند" کے ذریعے اس منصوبے کی منظوری دے دی، اور پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک آزاد ریاست کے طور پر وجود میں آیا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ابتدائی مسائل

پس منظر

تحریک آزادی کے دوران قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مطالبہ کیا کہ بنگال اور پنجاب کے مسلم اکثریتی صوبوں کو تقسیم نہ کیا جائے۔ لیکن حکومت نے اس مطالبے کو تسلیم نہ کیا اور صرف ان صوبوں کے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پنجاب اور بنگال کی سرحدوں کے تعین کے لیے ایک باؤنڈری کمیشن قائم کرنے کا اعلان کیا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز دی کہ ان صوبوں کی حد بندی یا تو اقوام متحدہ کی گمرانی میں کی جائے یا برطانوی پرایوی کونسل کے تحت ہو، لیکن یہ تجویز بھی مسترد کر دی گئی۔ برطانوی حکومت نے سیرل ریڈ کلف کو باؤنڈری کمیشن کا چیئرمین مقرر کر دیا۔

سر سیرل ریڈ کلف پیٹے کے لحاظ سے ایک وکیل تھے۔ وہ اس سے قبل کبھی ہندوستان نہیں آئے تھے اور یہاں کی سیاسی و جغرافیائی صورتحال سے بالکل نا آشنا تھے۔ انہوں نے محض ۳۸ دن میں ہزاروں کلو میٹر لمبی سرحدی لائن کھینچ دی۔ ۷ اگست ۱۹۴۷ء کو پنجاب اور بنگال کی حد بندی کا اعلان کیا گیا، جو ”ریڈ کلف ایوارڈ“ کہلاتا ہے۔ مسلم لیگ نے ریڈ کلف ایوارڈ پر شدید رد عمل دیا کیونکہ یہ ایوارڈ تعصب اور جانبداری پر مبنی تھا۔ کئی ایسے علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں تھے اور جو پاکستان کے لیے نہایت اہم تھے، انہیں بھارت کے حوالے کر دیا گیا۔

### ریڈ کلف ایوارڈ کی نا انصافیاں

- ریڈ کلف ایوارڈ میں کئی ایسی نا انصافیاں کی گئیں جو پاکستان کے لیے سخت نقصان دہ ثابت ہوئیں:
- ریڈ کلف نے ابتدائی طور پر مسلم اکثریتی تحصیلوں، فیروز پور اور زیرہ، کو پاکستان کے حوالے کیا تھا، لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی مداخلت پر انہیں بھارت کو دے دیا گیا۔ اس فیصلے نے پاکستان کو نہری نظام کے ہیڈ ورکس کے کنٹرول سے محروم کر دیا۔
- ضلع گورداس پور میں مسلمان اکثریت میں تھے، لیکن اس کے تین اہم تحصیلیں (پٹھان کوٹ، بنالہ اور گورداس پور) بھارت کو دے دی گئیں، تاکہ اسے کشمیر تک زمینی راستہ فراہم کیا جاسکے۔
- کلکتہ، جو کہ بنگال کا دارا حکومت اور سب سے بڑا صنعتی، تجارتی اور تعلیمی مرکز تھا، مسلمانوں کے دعوے کو نظر انداز کرتے ہوئے بھارت کو دے دیا گیا۔

### ریڈ کلف ایوارڈ کی نا انصافیوں کے اثرات

پاکستان کے بیشتر ابتدائی مسائل کی بنیادی وجہ ریڈ کلف کی نا انصافیوں پر مبنی غیر منصفانہ تقسیم تھی۔ تحصیل پٹھان کوٹ کو بھارت میں شامل کرنے کی وجہ سے مسئلہ کشمیر نے جنم لیا۔ تقسیم کے وقت تقریباً ۵۰ لاکھ افراد کو اپنے گھر بار چھوڑنے پڑے اور اندازاً ۱۰ لاکھ لوگ فسادات میں جان سے گئے۔ اگر یہ ایوارڈ بروقت جاری کیا جاتا تو بے شمار قیمتی جانیں بچائی جاسکتی تھیں۔ ریڈ کلف ایوارڈ نے پاکستان کو نہری ہیڈ ورکس کے کنٹرول سے بھی محروم کر دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۴۸ء میں بھارت نے پاکستان کا پانی بند کر دیا، جس سے تیار فصلیں تباہ ہو گئیں۔ بھارت ابھی بھی وہ قانونی فتاوے اور پانی بند کرنے کی دھمکی دیتا رہتا ہے۔

### پاکستان کے ابتدائی مسائل

پاکستان کا انگریز اور برطانوی حکومت کی شدید مخالفت کے باوجود قائم ہوا۔ کانگریس اور برطانوی حکومت دونوں برصغیر کو متحد رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب پاکستان آزاد ہوا تو یہ دونوں عناصر اس کے مخالف تھے اور انہوں نے اس کو ناسیدہ ریاست کے لیے مختلف کاؤٹیں کھڑی کیں۔ پاکستان کے بیشتر ابتدائی مسائل انہی کاؤٹوں کا نتیجہ تھے، جو برطانوی حکومت نے پیدا کیے یا تقسیم کے بعد قائم ہونے والی کانگریسی حکومت نے۔

پاکستان کا سب سے پہلا اور بڑا انتظامی مسئلہ دارا حکومت کا قیام تھا۔ تقسیم سے قبل دہلی دارا حکومت تھا جو اب بھارت کا حصہ بن چکا تھا۔ پاکستان نے کراچی کو عارضی دارا حکومت کے طور پر منتخب کیا، لیکن وہاں بنیادی ڈھانچہ موجود نہیں تھا۔ ایک اور مسئلہ تربیت یافتہ اور تجربہ کار افسران کی کمی تھی۔ بیشتر اعلیٰ افسران ہندو تھے، جو بھارت چلے گئے تھے۔ مزید برآں بھارتی حکومت نے پاکستان کو دفاتر کے ریکارڈ اور دیگر سامان کی منتقلی میں بھی تعاون نہیں کیا۔ جو سامان پاکستان کو دیا گیا وہ زیادہ تر ناکارہ اور بیکار تھا۔

### مالی اثاثوں کی تقسیم

پاکستان کو متحدہ ہندوستان کے کل ۱۴ ارب روپے میں سے ۷۵ کروڑ روپے کا حصہ ملنا تھا۔ ابتدائی طور پر صرف ۲۰ کروڑ روپے دیے گئے جو پاکستان کے اخراجات کے لیے ناکافی تھے۔ بھارتی حکومت اس حد تک انتظامی رویہ اختیار کیے ہوئے تھی کہ اس نے ان رقم کی ادائیگی روکنے کی پوری کوشش کی تاکہ پاکستان کو دباؤ میں لا کر دوبارہ بھارت میں ضم کیا جاسکے۔ بالآخر ۵۰ کروڑ روپے جاری کیے گئے، مگر باقی رقم پاکستان کو کبھی نہیں دی گئی۔

### فوج کی تقسیم

فیلڈ مارشل آکن لیک کی زیر صدارت ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس کا کام فوجی اہلکاروں اور ساز و سامان کی تقسیم کی نگرانی کرنا تھا۔ تاہم، بھارتی حکومت نے اس کمیٹی سے کسی قسم کا تعاون نہ کیا اور پاکستان کو ملنے والے سامان کی منتقلی میں بھی رکاوٹیں ڈالیں۔ فوجی ساز و سامان کی ترسیل نہایت سست، غیر محفوظ اور غیر منظم تھی۔ بھارت نے جو ساز و سامان پاکستان کو بھیجا وہ زیادہ تر ناکارہ اور ٹوٹا پھوٹا تھا، جو کسی کام کا نہیں تھا۔ پاکستان کو سولہ اسلحہ ساز فیکٹریوں میں سے ایک بھی نہیں دی گئی۔ افواج کی از سر نو تنظیم نو ایک اور مشکل مرحلہ تھا۔ اس وقت پاکستانی فوج میں کرٹل کے عہدے سے اوپر کوئی مقامی افسر موجود نہ تھا۔ تجربہ کار افسران کی کمی کے باعث قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے برطانوی افسران سے خدمات جاری رکھنے کی درخواست کی۔ سینئر افسران کی کمی کو پورا کرنے کے لیے افواج میں غیر معمولی رفتار سے ترقیاں دی گئیں، جو ملک کے لیے خوش آئند ثابت نہ ہوئیں۔

### نہری پانی کا مسئلہ

تقسیم کے وقت نہروں کے متعدد ہیڈورس بشمول دریائے راوی، ستلج اور بیاس کے ہیڈورس بھارت کو دے دیے گئے، جو ایک غیر منصفانہ تقسیم کا نتیجہ تھا۔ صورتحال اس وقت مزید سنگین ہو گئی جب بھارت نے جموں و کشمیر پر زبردستی قبضہ کر لیا کیونکہ زیادہ تر دریاؤں کا منبع کشمیر میں واقع ہے۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں بھارت نے پاکستان کی نہروں کا پانی روک دیا، جس سے پاکستان کی زرعی معیشت کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔ بھارت کی جانب سے ان دریاؤں پر ڈیم بنانے کے منصوبے، جو پاکستان کے لیے زندگی کی حیثیت رکھتے تھے، نے صورتحال کو مزید خراب کر دیا۔ اس رویے نے بھارت کی روایتی مسلم دشمنی کو بھی واضح کر دیا۔ آخر کار رولڈ نیک کی ثالثی میں ستمبر ۱۹۶۰ء میں سندھ طاس معاہدہ طے پایا، تاہم بھارت آج بھی اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر قانونی طور پر پاکستان کے حصے کے دریاؤں پر ڈیم تعمیر کر رہا ہے۔

## مہاجرین کی آباد کاری

پاکستان کو اپنے ابتدائی دنوں میں مہاجرین کی آباد کاری جیسے بڑے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا۔ تقریباً ۶۵ لاکھ مسلمان بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ یہ لوگ نہایت کمپری میں، خالی ہاتھ آئے تھے۔ ان کے لیے رہائش، خوراک اور روزگار کے انتظامات کرنا ایک کٹھن چیلنج تھا۔ قائد اعظم رحمہ اللہ نے ذاتی طور پر اس مسئلے پر توجہ دی اور ”ریفیوجی ریلیف فنڈ“ قائم کیا۔ عوام نے دل کھول کر عطیات دیے، جن کی مدد سے مہاجرین کی بحالی ممکن ہوئی۔ مہاجرین کی اکثریت کو پنجاب اور سندھ میں آباد کیا گیا، جہاں مقامی لوگوں نے انہیں خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا۔ افواج پاکستان نے مہاجرین کو بحفاظت پاکستان پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

## جغرافیائی و سیاسی مسائل

پاکستان کو ابتدا ہی سے اندرونی و بیرونی خطرات لاحق تھے۔ پاکستان کی سرحدیں بھارت اور افغانستان جیسے ممالک سے ملتی تھیں جو اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان ممالک کی جانب سے فوجی جارحیت کا خطرہ ہمیشہ منڈلاتا رہا، جس نے پاکستان کی خارجہ پالیسی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان ممالک نے پاکستان کے اندر لسانی اور علیحدگی پسند تحریکوں کو ہوا دی۔

## آئینی مسائل

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کو چند ترامیم کے ساتھ پاکستان کا عبوری آئین بنادیا گیا۔ آئندہ کے لیے ایک مستقل آئین مرتب کرنے کی ذمہ داری دستور ساز اسمبلی کو سونپی گئی۔ تاہم، اسمبلی اس اہم فریضے کو بروقت سرانجام نہ دے سکی۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اختلافات کی تقسیم، قومی زبان کے تعین اور ریاست میں مذہب کے کردار جیسے بنیادی معاملات طے نہ ہو سکے۔ نتیجتاً پاکستان کو پہلا آئین بنانے میں نو سال کا عرصہ لگ گیا۔ آئین سازی میں تاخیر کے باعث عوام نے سیاسی قیادت پر سے اعتماد کھو دیا، جس کا نتیجہ سیاسی عدم استحکام کی صورت میں نکلا۔

## شاہی ریاستوں کے مسائل / مسئلہ کشمیر

### پس منظر

تقسیم پاک و ہند کے وقت بھارت میں تقریباً ۵۶۲ شاہی ریاستیں موجود تھیں جنہیں ایک مخصوص خود مختار حیثیت حاصل تھی۔ اگرچہ یہ ریاستیں اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار تھیں، تاہم ان کے بیرونی معاملات برطانوی حکومت کے ماتحت تھے۔ ان ریاستوں کو آپس میں معاہدے کرنے یا کسی دوسرے ملک سے تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان ریاستوں کے حکمران برطانوی حکومت کے وفادار تھے اور ضرورت کے وقت برطانیہ کا ساتھ دیتے تھے۔ جب ہندوستان کی آزادی کا وقت قریب آیا تو برطانوی حکومت نے ان ریاستوں کے حکمرانوں کو مشورہ دیا کہ وہ عوام کی خواہشات اور جغرافیائی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان یا بھارت میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کر لیں۔ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے زیادہ تر ریاستوں نے یا تو بھارت جبکہ کچھ ریاستوں نے پاکستان سے الحاق کر لیا۔ تاہم، تین اہم ریاستیں (جونا گڑھ، حیدرآباد اور کشمیر) ایسی تھیں جنہوں نے بروقت کوئی فیصلہ نہیں کیا اور تقسیم کے وقت کسی بھی ملک سے الحاق نہیں کیا۔

جو ناگزیر نے آزادی کے بعد پاکستان سے الحاق کیا، مگر بھارت نے طاقت کا استعمال کرتے ہوئے ریاست پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اسی طرح ریاست حیدر آباد میں مسلمانوں کی حکومت تھی لیکن بھارتی حکومت نے وہاں بھی بزور طاقت قبضہ کر لیا اور یہ مؤقف اپنایا کہ چونکہ اس ریاست کی اکثریتی آبادی غیر مسلم تھی، اس لیے اس کا بھارت سے الحاق ضروری تھا۔ بھارتی حکومت کا مؤقف تھا کہ جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہوں گے وہ پاکستان سے الحاق کریں گے اور جہاں ہندو اکثریت میں ہوں گے وہ بھارت میں شامل ہوں گے۔ تاہم، اسی اصول کی کشمیر میں حکم کھلا خلاف ورزی کی گئی۔ ریاست جموں و کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت تھی لیکن بھارت نے وہاں کے حکمران مہاراجہ ہری سنگھ پر دباؤ ڈال کر بھارت سے الحاق پر مجبور کیا، جو کشمیری عوام کی خواہشات کے برعکس تھا۔

## مسئلہ کشمیر

### پس منظر

کشمیر ایک مسلم اکثریتی ریاست تھی جو اپنی قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس ریاست کا کل رقبہ ۷۷,۸۳۰ مربع کلومیٹر تھا اور یہ پاکستان، چین اور افغانستان سے ملحق تھی۔ ثقافتی، مذہبی اور جغرافیائی اعتبار سے کشمیر پاکستان سے قریب تر ہے۔ بہت سے دریاؤں کا منبع کشمیر ہے، جو پاکستان کی زمینوں کو سیراب کرتے ہیں۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست کشمیر کی آبادی تقریباً ۴۰ لاکھ تھی، جس میں ۷۷ فیصد مسلمان تھے۔ کشمیری مسلمانوں کی مشکلات اس وقت شروع ہوئیں جب ۱۸۴۶ء میں برطانوی حکومت نے کشمیر کو ڈوگرہ راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھوں بیچ دیا۔ گلاب سنگھ کے جانشینوں نے کشمیر پر حکمرانی جاری رکھی اور مسلمانوں پر سخت مظالم کیے۔ مسلمان، حکمرانوں کے ان ظالمانہ رویوں سے ناراض تھے اور اپنی آزادی کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھے۔

### ۱۹۴۸ء کی جنگ

کشمیری عوام ہمیشہ ڈوگرہ حکمرانوں کے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرتے رہے اور اپنے حقوق و آزادی کے لیے جدوجہد جاری رکھی۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا تو کشمیری عوام نے بھی اپنی ریاست کو پاکستان میں شامل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے ایک عوامی تحریک کا آغاز کیا، تاہم انہیں ڈوگرہ راجہ کے مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس بار ڈوگرہ حکمران کشمیریوں کی تحریک کو دبانے میں ناکام رہا۔

کشمیری مسلمانوں کی پکار پر پاکستان کے قبائلی پختون عوام انفرادی حیثیت میں ان کی مدد کو پہنچے۔ قبائلی لشکر نے کشمیری عوام کے ساتھ مل کر ریاست کے ایک بڑے حصے کو ڈوگرہ فوج کے تسلط سے آزاد کرالیا۔ مجاہدین ریاست کے دارالحکومت پر قبضے کے قریب تھے کہ اس اثناء میں بھارت نے ڈوگرہ راجہ کی مدد کے لیے اپنی فوج کشمیر میں داخل کر دی۔ بھارت نے دعویٰ کیا کہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ نے بھارت کے ساتھ الحاق کے معاہدے پر دستخط کیے ہیں، لہذا اب کشمیر بھارت کا حصہ ہے۔ کشمیری عوام نے مہاراجہ کے اس ایک طرفہ فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گلگت اسکاوٹس (ایک مقامی نیم فوجی) نے مہاراجہ کے گورنر اور افواج کو گلگت بلتستان سے نکال باہر کیا اور پاکستان سے انتظام سنبھالنے کی درخواست کی۔ اسی دوران پاکستان نے اپنی افواج کشمیر میں بھی روانہ کیں اور دونوں ملکوں کے درمیان کئی ماہ تک جنگ جاری رہی۔ پاکستانی فوج نے بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے بھارتی فوج سے کچھ علاقہ آزاد کروایا جو آج آزاد کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

کشمیری مجاہدین کی بہادری دیکھ کر بھارت نے اقوام متحدہ سے مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کی درخواست کی۔ اقوام متحدہ نے فوری جنگ بندی کا مطالبہ کیا اور بعد ازاں ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا کہ کشمیر میں استصواب رائے (ریفرنڈم) کرایا جائے تاکہ کشمیری عوام اپنی مرضی سے پاکستان یا بھارت میں سے کسی ایک کا انتخاب کر سکیں۔ لیکن بھارت کو علم تھا کہ کشمیری عوام اس کے ساتھ شامل نہیں ہونا چاہتے، اس لیے اس نے ریفرنڈم کرانے سے انکار کر دیا اور ریاست پر زبردستی قبضہ جمایا۔ مسئلہ کشمیر آج تک حل طلب ہے۔

آرٹیکل ۷۰ کا خاتمہ

بھارتی آئین کے آرٹیکل ۷۰ کے تحت ریاست کشمیر کو بھارت کا باقاعدہ حصہ نہیں مانا جاتا تھا اور اسے خصوصی حیثیت حاصل تھی۔ کشمیر کا اپنا آئین، پرچم اور بعض داخلی خود مختاری کے حقوق تھے۔ تاہم ۱۵ اگست ۲۰۱۹ء کو بھارت کی فاشٹ جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) نے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کر دیا اور کشمیریوں سے ان کے محدود حقوق بھی چھین لیے۔ (بی جے پی) حکومت نے کشمیر کی آبادیاتی ساخت کو تبدیل کرنے کے لیے غیر کشمیری ہندوؤں کو ڈومیسائل سرٹیفیکیشن جاری کیے تاکہ مسلمان اقلیت میں بدل جائیں۔ کشمیری عوام کو انسانی حقوق کی پامالیوں، طویل لاک ڈاؤنز، ثقافت اور مذہب کے خطرات کا سامنا ہے۔ تاہم بھارت کی تمام تر سفاکیت کے باوجود وہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی خواہش کو دبا نہیں سکا۔

مسئلہ کشمیر کے لیے پاکستان کی غیر متزلزل حمایت

پاکستان اور بھارت کے درمیان چار بڑی جنگیں (۱۹۴۸، ۱۹۶۵، ۱۹۹۹ اور ۲۰۲۵) کشمیر کے مسئلے پر ہو چکی ہیں۔ پاکستان کے عوام ہر سال ۵ فروری یوم یکجہتی کشمیر کے طور پر مناتے ہیں تاکہ کشمیری عوام کے ساتھ اپنی وابستگی اور حمایت کا اعادہ کر سکیں۔ پاکستان کشمیر کو اپنی شہ رگ سمجھتا ہے اور اسے بھارتی تسلط سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ بین الاقوامی فورمز پر کشمیری عوام کے حق میں آواز بلند کی ہے۔ دنیا کو مسئلہ کشمیر کی سنگینی کا ادراک کرنا چاہیے اور کشمیری عوام کو ان کا حق خود ارادیت دینا چاہیے۔ بھارت کو ظلم بند کرنا چاہیے، مقبوضہ کشمیر خالی کرنا چاہیے اور اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق مسئلہ کشمیر کو حل کرنے پر آمادگی ظاہر کرنی چاہیے۔

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1. سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۷۵ء میں کس ہائی اسکول کی بنیاد رکھی؟

(الف) دیوبند اسکول (ب) ندوۃ العلماء

(ج) محمدن اینگلو اورینٹل (د) علی گڑھ

2. 1905ء میں بنگال کی تقسیم کس واسرائے کے دور میں ہوئی؟

(الف) لارڈ منٹو (ب) لارڈ کرزن

(ج) لارڈ ویل (د) لارڈ آؤنٹ بیٹن

3. گول میز کانفرنس کس شہر میں منعقد ہوئی؟

(الف) لندن (ب) لکھنؤ

(ج) دہلی (د) نیویارک

4. 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کس نے کی؟

(الف) قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ (ب) لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ

(ج) گاندھی (د) علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

5. 1906ء میں شملہ وفد کا سب سے اہم مطالبہ کیا تھا؟

(الف) الگ وطن (ب) ملازمتوں میں مسلمانوں کا کوٹہ

(ج) جداگانہ انتخابات (د) مشترکہ انتخابات

6. لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۴۶ء کی عبوری حکومت میں کون سی وزارت دی گئی؟

(الف) خزانہ (ب) تجارت

(ج) صحت (د) دفاع

7. قرارداد لاہور کے متن میں لفظ ”پاکستان“ کتنی بار استعمال ہوا؟

(الف) ایک بار (ب) دو بار

(ج) تین بار (د) استعمال نہیں ہوا

8. ”قانون آزادی ہند“ کس نے منظور کیا؟

(الف) برطانوی پارلیمنٹ (ب) کانگریس

(ج) مسلم لیگ (د) گورنر جنرل

9. قائد اعظم رحمہ اللہ ۱۹۱۳ء سے کس سال تک ایک وقت مسلم لیگ اور کانگریس کے رکن رہے؟

(الف) ۱۹۱۶ء (ب) ۱۹۱۸ء

(ج) ۱۹۱۹ء (د) ۱۹۲۰ء

10. ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو مسلم لیگ نے کون سا دن منایا؟

(الف) یوم نجات (ب) یوم راست اقدام

(ج) یوم پاکستان (د) بھارت چھوڑو دن

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱. دو قومی نظریہ سے کیا مراد ہے؟

۲. لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں بنگال کو دو صوبوں میں کیوں تقسیم کیا؟

۳. مسلم لیگ نے اپنے مقاصد کب اور کیوں تبدیل کیے؟

۴. قائد اعظم نے کابینہ مشن پلان کو کیوں قبول کیا؟

۵. ۱۹۴۵ء کی شملہ کانفرنس ناکام کیوں ہوئی؟

۶. مسئلہ کشمیر پاکستان اور بھارت کے تعلقات پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

۷. تحریک خلافت کے ہندوستانی مسلمانوں پر مثبت اور منفی اثرات بیان کریں۔

سوال نمبر ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تفصیل سے دیں۔

1. آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے بنیادی اسباب کیا تھے؟

2. سر سید احمد خان کی تعلیمی اور سیاسی خدمات کا تجزیہ کریں۔

3. قرارداد لاہور کے پس منظر اور اہمیت پر بحث کریں۔

4. اپنے قیام کے وقت پاکستان کو درپیش ابتدائی مسائل کا جائزہ لیں، اور بتائیں کہ ملک نے ان مسائل / چیلنجز پر قابو پانے کی کس طرح کوشش کی۔

5. جواز پیش کریں کہ دو قومی نظریہ پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔

## تعلیمی سرگرمیاں

- دو قومی نظریے کے تصور پر جماعتی بحث۔
- تحریری کام کی صورت میں سوالات کے جوابات (جماعتی یا گھریلو مشق)۔
- گول میز کانفرنس کی مشق (ڈرامائی خاکہ)۔
- ان اہم رہنماؤں کے بارے میں ایک منٹ کی خلاصہ تقریر جنہوں نے دو قومی نظریہ پیش کیا۔

## ٹائم لائن سرگرمی

- بورڈ کے درمیان میں ایک ٹائم لائن (خط وقت) بنائیں اور جیسے جیسے تاریخ کے اسباق آگے بڑھیں، اس میں اہم واقعات شامل کرتے جائیں۔
- طلبہ کو اس بات کی ترغیب دیں کہ وہ اپنے دیکھے گئے اسباق کے مطابق اس لائن میں معلومات کا اضافہ کریں۔
- وہ اقدامات جو تحریک پاکستان یا مسلمانوں کے حق میں تھے، انہیں سبز یا نیلے رنگ میں اوپر کی جانب درج کریں۔
- وہ واقعات جو مسلمانوں کے مقصد کے خلاف یا منفی اثرات کے حامل تھے، انہیں سرخ رنگ میں اور نیچے کی طرف درج کریں۔

## فرہنگ

- ایوارڈ: ثالث یا عدالت کا دیا گیا فیصلہ
- فیلڈ مارشل: فوج کا ایک اعلیٰ ترین عہدہ، جو پانچ ستاروں والے جزل کے مساوی ہوتا ہے
- گورنر جزل: برصغیر میں برطانوی حکومت کا سب سے بڑا عہدیدار
- خلافت: اسلامی طرز حکومت، جس کی قیادت ایک خلیفہ کرتا تھا۔
- ریاستیں: (Princely States) برطانوی راج کے تحت نیم خود مختار علاقے، جن پر مقامی راجے حکمرانی کرتے تھے
- شملہ: برطانوی ہندوستان کا موسم گرما کا دارالحکومت
- برطانوی راج: ۱۸۵۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ہندوستان میں برطانیہ کی حکمرانی کا دور
- سلطنت عثمانیہ: ایک مسلم سلطنت جو ترکی میں قائم تھی اور تیرہویں صدی سے بیسویں صدی کے اوائل تک قائم رہی۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

|  |  |
|--|--|
|  |  |
|  |  |
|  |  |